خلیفہ عبداللہ بن المعتز عباسی شہید

۲۴۶ھ / ۸۶۰ء — ۲۹۶ھ / ۹۰۸ء

از جناب مولانا الحاج محمد ابرار حسین فاروقی گوپاموی۔ ایم۔ اے (علیگ)

خلافتِ عباسیہ کا آغاز

خلافتِ عباسیہ کا سنگِ بنیاد ۱۳۲ھ ۷۴۹ء میں السفاح عباسی خلیفہ اول کے ہاتھوں بغداد (عراق) میں رکھا گیا۔ اور ۶۵۶ھ ۱۲۰۸ء میں اڑتیسویں اور قول بعض سینتیسویں خلیفہ مستعصم باللہ بن مستنصر باللہ کی شہادت پر یہ مستحکم ایوانِ خلافت تتار ہوگیا۔

حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے جس سوز سے شہادت پر مرثیہ لکھا اس کا مطلع ذیل پورے مرثیہ کا نچوڑ ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

آسماں راحق بود گر خوں ببارد بر زمیں ۔۔۔ بر زوال ملک مستعصم امیر المومنین

بہرحال اس (۵۲۴) سال کے طویل زمانے میں دودمانِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے بڑے جلیل القدر سیاست داں، بہادر اور فاضل ابن خلیفہ پیدا کیے جن کی حکمرانی نے دنیا کی حکومتوں کی رہنمائی کی۔ جو خلیفہ تختِ خلافت پر متمکن ہوا وہ اپنے ساتھ نئی لامحدود مفید خصوصیات لایا اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ ان سے لغزشیں بھی ہوئیں۔ جن کو ان کی بشریت پر محمول کیا جائے یا سیاست پر۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ عہدِ عباسی سے جو علمی، اجتماعی۔ معاشرتی۔ تمدنی۔ ثقافتی۔ سیاسی اور اقتصادی اصلاحیں کیں وہ آج تک قوموں کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔

خلفاء عباسیہ کی تاریخ اگر ایک طرف (۴۷) سالہ طویل ترین عہدِ خلافت ناصر لدین اللہ کا پیش کرتی ہے۔ جبکہ ۵۷۵ھ/۱۱۷۹ء تا ۶۲۲ھ/۱۲۲۵ء حکومت کی تو دوسری طرف صرف (۲۴) گھنٹے کا عہدِ خلافت خلیفہ ابن المعتز کا بھی پیش کرتی ہے۔ جو یقیناً قلیل ترین عہد ہے اسی قلتِ عہد نے اسکو سیاسی تاریخوں میں جگہ نہیں لینے دی۔

خلافت ابن المعتز

اس خلیفہ کا نام ابوالعباس عبداللہ بن المعتز تھا۔ یہ تیرھویں[۱۳] خلیفہ ابو عبداللہ المعتز کا بیٹا اور دسویں خلیفہ متوکل علی اللہ کا پوتا تھا۔ اگر مورخین اس کی یک شبانہ روزہ خلافت کو خلافت مان کر اسے خلفاء کی صف میں آنے کی اجازت دیں تو یہ اکیسویں شمار میں آتا ہے۔ اور اس طرح سے خلافتِ عباسیہ کی آخری کڑی کا شمار اٹھارویں[۱۸] ہوگا۔ سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ سترواں خلیفہ مکتفی باللہ بن معتضد باللہ بسترِ مرگ پر خلافت کے آخری سانس لے رہا ہے۔ اس کا بیٹا مستکفی باللہ ابھی شیر خوار ہے۔ اس لئے دستور عباسیہ کے اعتبار سے خلیفہ کے چھوٹے بھائی ابو الفضل جعفر مقتدر باللہ بن معتضد باللہ کے نام قرعہ خلافت پڑنا چاہئے۔ لیکن وہ اتنا کم سن تھا کہ خلافت یا حکومت ہی کے معاملات سے ناآشنا تھا۔ اس لئے اربابِ بست وکشادِ حکومت میں انتخاب جانشین پر چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ اختلاف آرا نے دو فریق بنا دئے۔ ایک مقتدر باللہ کا حامی دوسرا ابن المعتز کا مددگار۔ عباس بن حسن وزیر اعظم۔ اختلاف آرا کی وجہ سے انتخاب خلیفہ میں مذبذب ہوچکا تھا۔ اس لئے کہ حامیانِ ابن المعتز اسکی علمی فضیلت۔ اسکی اعلیٰ قابلیت اور ذکاوت کو شفیع بناکر اسکو خلافت کے لئے نامزد کر رہے تھے۔ دوسرا گروہ مقتدر باللہ کی کمسنی اور ناسمجھی سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے وزیر اعظم کو اسکے انتخاب پہ مجبور کر رہے تھے۔ جب انتخاب کی کھینچ میں الجھاؤ زیادہ ہوگیا تو وزیر اعظم نے اپنے نائب ابن العرات ابوالحسن سے اس مسئلہ میں استصواب کیا۔ اگرچہ وہ اس استصواب کا منتظر تھا لیکن پہلے تو بمصالح رائے ظاہر کرنے سے گریز کیا تاکہ طرفداری کا گویا ملزم نہ بنے لیکن وزیر اعظم کے

امرار پر اس نے اپنے دل کی بات ظاہر کر ہی دی لیکن پھر بھی وضاحت سے گریز کرتے ہوئے اشاروں اور کنایوں سے اپنے منشا کو اس نے اسطرح سے ظاہر کیا ۔

"واللہ ایسے ڈریئے اور یہ خدمت اس کے سپرد نہ کیجئے جو ایک کے گھر سے واقف ہو ۔ دوسرے کی نعمت سے ۔ تیسرے کے نام سے ۔ چوتھے کی لونڈی سے ۔ پانچویں کی پونجی سے اور چھٹے کے کھوٹے سے ۔ جو لوگوں سے میل جول رکھے ۔ اور لوگ اس سے جو معاملہ فہم اور تجربہ کار بھی ہوئے کنایہ میں اس طرح عرض کرکے اس نے فوراً :-

"ناتجربہ کار اور کم فہم مقتدر باللہ کا نام پیش کردیا۔"

چونکہ مقتدر باللہ کی عمر صرف تیرہ سال کی تھی ۔ اس لئے وزیر اعظم نے اسکی کم سنی کا عذر کیا ۔ جو یقیناً بجا تھا ۔ لیکن نائب ابن العرات ابوالحسن بھی تو اس سے ناواقف نہ تھا بلکہ یہی تو وجہ تھی جس نے اسکو مقتدر کی حمایت اور ابن المعتز کی مخالفت پر (جو بطور کنایہ تھی) آمادہ کیا تھا۔ بہرحال وزیر اعظم کا جواب سنکر ابن العرات سمجھ گیا کہ وزیر اعظم پر اس اشارہ اور کنایہ کا جادو نہ چلا تو آخر کار اس نے صاف صاف کہدیا۔[1]

"جناب اگرچہ وہ بچہ ہے مگر ہے مقتدر باللہ ہی کا بیٹا حکومت ایسے کو نہ دیجئے جو ہماری پونجی سے واقف ہے اور ہم پر خود مختارانہ حکومت کرے بلکہ ایسے کو حکمراں بنایئے جو آپ پر ہی سارا کاروبار چھوڑ دے ۔"

مکتفی باللہ کی وفات اور مقتدر کا انتخاب

ابن العرات کا مشورہ بھلا وزیر اعظم کو کیوں نہ بھاتا ۔ مکتفی باللہ کے مرتے ہی فوراً "طفلانہ" انتخاب عمل میں آگیا اور مقتدر باللہ کی خلافت کا اعلان کردیا گیا ۔

اس اعلان کے ہوتے ہی مخالف جماعت اٹھ کھڑی ہوئی جس میں نہ صرف حکام شہر تھے بلکہ افسران فوج بھی تھے ۔ یہ سب ابن المعتز کے حامی اور مقتدر باللہ کے انتخاب کے یکسر مخالف تھے ۔ چنانچہ قبل اس کے کہ وہ دوسرے انتخاب کا اعلان کردیں ۔ سب سے پہلے ابن

[1] تجارب الامم لابن مسکویہ مطبوعہ آکسفورڈ ۔ جلد دوم ص ۵۱

جماعت کے ممتاز افراد نے ابن المعتز کی خدمت میں حاضر ہو کر خلافت کی پیشکش کر دی۔ لیکن صلح جو اور امن پسند ابن المعتز نے فوراً جواب دیا [۷]

"اگر قتل و خونریزی نہ ہو تو مجھے یہ خدمت منظور ہے"

ابن المعتز کا امن پسندانہ اور صلح جویانہ جواب ایسا نہ تھا جو اس کے حامیوں پر اثر نہ کرتا۔ چنانچہ انہوں نے اس پر پورا پورا عمل کر کے اس کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ غرضکہ اُدھر طفلانہ انتخاب کی امنگیں جنکے ساتھ اغراضِ حکمرانی وابستہ اور اِدھر باوجود مشروط جواب کے۔ حامیانِ ابن المعتز کے جوش و ولولے۔ دونوں گروہوں میں تصادم ناگزیر تھا۔ چنانچہ تصادم ہوا۔ " وے بخیر گذشت " اور ابن المعتز کے حامیوں کو کامیابی ہوئی۔ مقتدر باللہ کو معزول کر دیا گیا۔ اور ابن المعتز کو خلیفہ بنا دیا گیا۔

انقلاب در انقلاب مورخین بالاتفاق اس پہلے انقلاب میں کسی خونریزی کا ذکر نہیں کرتے ہیں۔ ہاں دوسرے انقلاب میں خونی ڈرامہ کا منظر پیش کرتے ہیں جسکی ذمہ داری سے ابن المعتز قطعاً بری ہے۔

ابن طقطقی دونوں انقلابوں پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کو اس طرح مختصراً بیان کرتا ہے [۸]

"مقتدر باللہ کو معزول کیا گیا اور عبداللہ ابن المعتز کو خلافت سپرد کی گئی۔ جس نے ایک روز خلافت کی۔ اس کے بعد پھر مقتدر کا اقتدار ہوا اور ابن المعتز کو گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا بہت کم مدت خلافت کی وجہ سے عبداللہ ابن المعتز کا شمار خلفاء میں نہیں کیا گیا۔"

قاضی ابن خلکان نے بھی ابن المعتز کا عہدِ خلافت یک شبانہ روز ہی لکھا ہے لیکن یہ نہیں لکھا کہ اس کا شمار خلفاء میں نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس کے خلیفہ ہونے کی توضیح اور تفصیل اور ثبوت کے سلسلہ میں واضح طور پر لکھا ہے [۹]۔

---

[۷] تاریخ الخلفاء صفحہ (۱۵۲) مطبوعہ مصر ۱۳۰۵ھ [۸] کتاب الفخری صفحہ ۳۰۹ مطبوعہ پیرس ۱۸۹۵ء

[۹] وفیات الاعیان لابن خلکان صفحہ ۱۶۴ جلد دوم مطبوعہ مصر ۱۲۹۹ھ۔

مقتدر باللہ کو روسا۔ امرا اور فوجیوں نے معزول کر کے ابن المعتز کو تخت خلافت پر بٹھا دیا۔ اور اس کو مرتضیٰ باللہ کا لقب دیکر ان سب نے اس کے ہاتھ پر بیعت بھی کر لی۔ لیکن پھر مقتدر کا غلبہ ہوا۔ ابن المعتز بھاگ کر ابن الجصاص جوہری کے گھر میں جا چھپا۔ مگر مقتدر نے اس کو پکڑوا کر مونس خادم کے ہاتھ سے

• پنجشنبہ ماہ ربیع الاول ۲۹۶ھ / ۹۰۸ء کو قتل کرا دیا

• اس کی تاریخ پیدائش آخر شعبان ۲۴۷ھ / ۸۶۱ء اور بقول سنان بن ثابت ۲۴۶ھ / ۸۶۰ء ہے"

چوتھی صدی ہجری کا مستند مورخ ابن مسکویہ۔ (المتوفی ۴۲۱ھ / ۱۰۳۰ء) نے مقتدر باللہ اور ابن المعتز کے قضیہ کو بہت ہی تفصیل سے لکھا ہے۔ جس نے یہ صاف صاف لکھتے ہوئے کہ اسکو خلفاء میں شمار کیا گیا۔ اس پہلے انقلاب کی تفصیل دے کر اس کی حکومت کی بھی تشکیل کی بھی صراحت کر دی۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے ؎

افسرانِ فوج اور حکام شہر نے ابن المعتز کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسکو خلیفہ بنا دیا اور مرتضیٰ باللہ کا لقب بھی دیدیا۔ پرانی وزارت برخاست ہوئی اور نئی وزارت کی حسب تفصیل ذیل تشکیل کی گئی۔

۱۔ رئیس الوزراء = محمد بن داؤد ابن جراح

۲۔ وزیر داخلہ = علی بن عیسیٰ

۳۔ وزیر خارجہ = محمد بن عبدون

اس کے علاوہ ممالک محروسہ میں ابن المعتز کی طرف سے فرامین بھی بھیج دیئے گئے۔ اور مقتدر باللہ کو حکم دے دیا گیا کہ وہ معہ اپنی والدہ کے ابن طاہر کے گھر چلا جائے۔ تاکہ خلیفہ (ابن المعتز) ایوانِ خلافت میں منتقل ہو جائے۔ چنانچہ اس کی تعمیل کی گئی۔

؎ ۔ تجارت الامم لابن مسکویہ صفحہ (۶) مطبوعہ اسکندریہ۔

بہرحال اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ چوبیس گھنٹے میں حکومت کا نظم و نسق مکمل ہو گیا تھا۔ ابن مسکویہ کا یہ قول کہ حکومت کی نئی تشکیل کی جا کر "بیعت کی گئی اور وہ خلیفہ" بنا دیا گیا۔ ابن طقطقی کے قول کی مزید تردید کرتا ہے۔ قاضی ابن خلکان نے بھی ابن مسکویہ کی تائید کی ہے۔ جس کی وضاحت اوپر کی جا چکی ہے۔

علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس المیہ پر روشنی ڈالی ہے مگر بہت ہی اجمال سے کام لیا ہے۔ چنانچہ وہ ابوالفضل جعفر مقتدر باللہ کے عہدِ خلافت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ [۱]

"مقتدر باللہ ۲۸۲ھ/۸۹۵ء میں پیدا ہوا۔ مکتفی باللہ کی وفات کے بعد (۱۳) سال کی عمر میں تختِ خلافت پر متمکن ہوا۔ اس سے پہلے اس عمر کا کوئی خلیفہ تخت نشین نہیں ہوا غالباً یہی وجہ تھی کہ ابن المعتز کو تخت نشینی کا موقع مل گیا"

مورخین کے ان بیانات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ابن المعتز قتل و خون کے یقیناً خلاف تھا اگر وہ اس کا موید ہوتا تو آج اس کی خلافت تاریخ کے صفحات پر نہ تو (۲۴) گھنٹے کی لکھی ہوتی اور نہ اسکو خلفاء کے زمرے سے خارج کیا جاتا بلکہ اگر وہ چاہتا تو رقابت کے سلسلہ ہی کو ختم کر دیتا لیکن اس نے اس کو پسند نہ کیا۔ اور بقول مورخین۔ فوجی و غیر فوجی عام معاونت کے باوجود اس نے نرمی اور امن پسندی سے کام لیا۔ اور کسی قسم کے تشدد کو روا نہ رکھا۔ حتیٰ کہ غلبہ پانے اور خلیفہ ہونے کے بعد بھی مقتدر باللہ کو آزاد رکھا۔ جس کا نتیجہ وہ ہوا جو ہوا۔

اس سفاکانہ شہادت پر ابوالحسن علی ابن ابدالی نے جو پر سوز مرثیہ لکھا ہے اس کے حسب ذیل دو شعر قاضی ابن خلکان نے نقل کرتے ہوئے ابدالی کے متعلق لکھا ہے۔ [۲]

"تیسری صدی ہجری کا یہ وہ مشہور شاعر تھا جو اپنے ہمعصروں پر ظرافت اور ہجو گوئی میں سبقت

---

[۱] تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۴۳ مطبوعہ مصر ۱۳۰۵ھ۔ [۲] وفیات الاعیان جلد اول۔ صفحہ ۳۲۳

لے گیا تھا۔ اسکی ہجو سے نہ امیر بچا نہ وزیر۔ چھوٹا نہ بڑا حتیٰ کہ اس نے اپنے باپ بعد بھائی اور کنبہ والوں کو بھی نہ چھوڑا۔ لیکن ایسا ہجو گو شاعر ابن المعتز کی موت کو ادب کی موت قرار دیتے ہوئے اس کی اہمیت پر اس طرح آنسو بہاتا ہے۔

شعر (مرثیہ)

للہ درک من میت بمضیعۃ	ناھیک فی العلم والآداب والحسب
ما فیہ لو ولا لیت فتنقصہ	وانما ادرکتہ حرفۃ الادب

(ترجمہ) خدا بخشے مرنے والے کو جس کی المناک موت علم و ادب کی موت ہے۔ اس میں اگر مگر کچھ نہیں تھا۔ جو اس میں کوئی نقص نکالتا۔ میں تو یہ جانتا ہوں کہ اس کا پیشہ علم و ادب ہی تھا۔"

محاکمہ مابین المامون و ابن المعتز

ابن المعتز کی شاہی اور سیاسی زندگی کا مختصر یہ مرقع پیش کر دیا گیا۔ ذیل میں اسکی علمی اور ادبی زندگی کو خلیفۃ المامون کی علمی زندگی سے محاکمہ یا مقابلہ کے طور پر اجمالاً پیش کیا جاتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ بنو عباس نے بڑے بڑے عالم، متبحر اور علم نواز خلفاء مثل خلیفہ ہارون الرشید اور خلیفۃ المامون۔ پیدا کئے۔ جنہوں نے وہ علمی ماحول پیدا کیا کہ جس سے پورا ملک علم کی روشنی سے جگمگا اٹھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اسلامی علوم میں یونانی فلسفہ نے گھسکر۔ گمراہی کے راستے بھی کھولدیے۔ ایک قدیم تر اور مستند تر مورخ نے لکھا ہے۔ کہ جس وقت یونانی فلسفہ کی کتابوں کے ڈھیر حسب الطلب خلافت عباسیہ شاہ قسطنطین بن انا ؟ (شاہ قسطنطنیہ) نے راھبوں سے فتویٰ لے کر بغداد اپنے راہبوں کے ساتھ بھیجے ہیں۔ اسوقت راہبوں نے یہی فتویٰ دیا تھا کہ جس مذہب

میں یہ فلسفہ گھسا۔ اس کو دشمن کی طرح سے کھا گیا۔ اس لئے :۔

"اسلام کی بڑھتی ہوئی رَو کو اگر کوئی چیز روک سکتی ہے تو فلسفہ کا علم ہی اسکو روک سکتا ہے۔ اے بادشاہ اس ذخیرے کے بھیجنے سے تجھکو ثواب ملیگا۔"

غرض کہ جو کچھ راہب نے کہا وہ سب کچھ اسلامی دنیا میں ہوا۔ معتزلہ پیدا ہوئے۔ زندیق پیدا ہوئے۔ نجومی پیدا ہوئے غرضکہ گمراہوں کے دو گروہ پیدا ہوئے جنہوں نے دنیائے اسلام میں ایک ہلچل مچادی۔ اس موقع پر نجوم کی صرف ایک مثال دیتا ہوں۔ باقی المامون کے ذکر میں اعتزال کی نسبتاً تفصیلی مثال دے دونگا۔

خلیفہ ہارون الرشید کا وزیر اعظم جعفر برمکیؔ (ایرانی نومسلم) نجوم کا بے حد شیدائی تھا۔ اس نے ایک محل بنوایا۔ اس نے اس میں داخلہ کیلئے نجومیوں سے ساعت پوچھی۔ انھوں نے [illegible] ۔ رات کا وقت بتایا۔ چنانچہ وہ گویا اسی "مبارک ساعت" پر مکان یا محل کے لئے روانہ ہوا۔ اس سنسان وقت پر اور رات کی تاریکی میں ایک گانے والے کی زبان سے جو آواز بلند گا رہا تھا۔ اس نے یہ شعر سنا۔

يُدَبِّرُ بالنجومِ وليس يدري ۔۔۔ وَرَبُّ النجمِ يفعلُ ما يريدُ

(ترجمہ: انسان نجوم پر عقیدہ رکھتا ہے لیکن یہ نہیں سمجھتا ہے کہ ستاروں کا مالک (اللہ تبارک و تعالیٰ) جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے یا کریگا

یہ گانا سنتے ہی اس نے گانے والے کو بلا کر پوچھا :۔

"اس گانے سے تیرا کیا مقصد ہے"

اس نے جواب دیا

"کوئی خاص مقصد نہیں ہے بس زبان پر یہ شعر آگیا اور میں اس کو گانے لگا"

جعفر برمکی نے اس شعر کو اپنے لئے "نفخ صور" سمجھا اور گانے والے کو ایک اشرفی دیکر رخصت کیا اور اس وقت کو بجائے شگون ٹھیک کے شگون بد سمجھا۔ طبیعت بے حد

مکدر ہوئی۔ اسی وقت وہ لوٹ گیا۔ اس کے کچھ ہی زمانے کے بعد وہ محبوب وزیر اعظم خلیفہ کے غیظ وغضب کا شکار ہو کر تباہ و برباد ہو گیا۔

خلیفہ ابن المعتز ادب، بلاغت، نحو اور لغت کے تخت پر متمکن تھا۔ قاضی بن خلکان کا قول ہے:۔ ؔ۱

"وہ ادیب بلیغ تھا۔ نہایت اچھا شاعر تھا۔ شعر گوئی پر اتنا قادر تھا کہ فی البدیہہ کہتا تھا۔ لفظ آسان لیکن معانی اور صنائع سے پُر ہوتے تھے۔ علماء اور ادیبوں کی صحبت سے مستفید ہوتا تھا۔"

اس کے کلام میں متانت اور سنجیدگی بھرپور ہوتی تھی۔ سہل جملے۔ استعارات، اور تشبیہات ایسے کہ جن کو سن کر یا پڑھ کر بڑے بڑے ادیب اور شعراء بے وقت دنگ رہ جاتے تھے۔ مناظر قدرت پر جب قلم اٹھاتا تھا تو تصویر کھینچ جاتی تھی۔ تصویر کشی کا صرف ایک ہی منظر مثالاً پیش کیا جاتا ہے۔ بارش کا موسم ہے مطیرہ اور دیر عبدون ؔ۲ کے سبزہ زار لہلہا رہے ہیں۔ صبح کا سہانا وقت ہے۔ پرندے اپنے اپنے آشیانوں میں چہچہا رہے ہیں۔ عیسائی اور یہودی پادری اپنی اپنی عبادت گاہوں میں پکار پکار کر نمازیں ادا کر رہے ہیں۔ اس منظر کو وہ اس خوبی سے پیش کرتا ہے کہ لفظی اور معنوی صنعتیں بھی جگمگا رہی ہیں:۔

سقی المطیرۃ ذات الظل والشجر   ودیر عبدون ہطال فی المطر

فطالما نبہتنی الصبوح بہا   فی غرۃ الفجر والعصفور لم یطر

اصوات رہبان دیر فی صلوتہم   سود المدارع یواقظی فی السحر

ؔ۱ - وفیات الاعیان جلد اول صفحہ ۲۲۲ - ؔ۲ - یہ دونوں مقامات "سر من رأے" (یعنی عرف عام میں سامرہ کہتے ہیں اور جو بغداد سے تقریباً ۱۲۰ میل ہے) نواح میں تھے۔ مطیرہ ایک پر فضا موضع تھا۔ اس کے قریب عبدون بن مخلد نے ایک گرجا بنوایا تھا۔ جہاں وہ اکثر جایا کرتا تھا سو اب ایک گرجا بن گیا اسی کے نام کو دیر عبدون کہا جاتا تھا۔

(ترجمہ سایہ دار درختوں والے مطیرہ اور دیر غبدون کے سبزہ زار میں مینہ کی جھڑی سے لہلہا رہے تھے جبکہ پرندے اپنے اپنے گھونسلوں ہی میں تھے سیہ پوش پادریوں کے نعرے نے سحری نے مجھ کو صبح کی شراب کے لیے جگا دیا)

بندش الفاظ کیسی چست، انداز بیان کسقدر پاکیزہ۔ "مطیرہ" اور "مطر" (بارش) کی کیسی بے مثل۔ دیر[۵] رہبان اور مذابح میں صنعتِ مراعاۃ النظیر خالی از لطف نہیں۔

دوسرا شعر جس میں لاجواب تشبیہ کارفرما ہے۔ ملاحظہ ہو۔

ولاح ضوء هلالٍ كاد يفضحنا — مثل القلامة قد قُدَّت من الظفر

(ترجمہ: اس ہلال کے جو تراشہ ناخن کی طرح ہے۔ ظاہر ہوتے ہی ہمیں اپنے افشائے راز کا خطرہ ہو گیا۔)

ہلال کی تراشہ ناخن سے تشبیہ کیسی اچھوتی ہے۔

ابن المعتز ہلال کو ایک دوسرے شعر میں دوسری شکل میں پیش کرتا ہے جو مندرجہ بالا تشبیہی شعر سے زیادہ پرلطف ہے۔ چنانچہ کہتا ہے۔

۲ انظر إليه كزورقٍ من فضة — قد أثقلته حمولة من عنبر

(ترجمہ: اس (ہلال) کی طرف دیکھ جو گویا ایک چاندی کی وہ کشتی ہے جو عنبر سے گرانبار ہے۔")

اس شعر میں اس نے تو کمال ہی کر دیا ہے ہلال کو چاندی کی اس کشتی سے تشبیہ دی ہے جس میں عنبر بھرا ہوا ہے (اور وہ کشتی اس بوجھ سے سمندر کے نیلگوں پانی میں اتنی ڈوب گئی ہے کہ اس کے چمکدار کنارے ہی صرف نظر آرہے ہیں۔)

ابن المعتز کی شعرا فہمی

ابن المعتز نہ صرف شاعر اور شعر فہم تھا بلکہ شعرا فہم بھی بدرجہ اتم تھا۔ اس نے ایک موقعہ پر حسب ذیل چار قدیم تر شعرا پر

---

[۱] گرجا۔ [۲] بہت سے پادری۔ [۳] یہودی بڑے پادری

جو تبصرہ کیا ہے وہ نہ صرف پُر لطف ہے بلکہ اس کی جبلت اور خصوصیات کی روشن تصویر ہے۔ علامہ ابن خلکان ناقل ہیں [لہ]

عبداللہ بن المعتز کہا کرتا تھا کہ حسب ذیل شعراء کے اقوال ان کے اعمال سے مختلف تھے ("انہم یقولون مالا یفعلون" کی عملی تفسیر)

۱۔ ابو العتاہیہ کے اشعار میں زہد مگر خود ملحد

۲۔ ابونواس کے اشعار میں لواطت مگر خود بندر سے زیادہ زانی

۳۔ ابوکلیم کاتب کے اشعار میں شجاعت مگر خود بکری سے زیادہ ڈرپوک۔

۴۔ محمد بن حازم کے اشعار میں قناعت مگر خود کتے سے زیادہ لالچی۔

خلیفہ ابن المعتز کے اساتذہ ابن المعتز نے جن اساتذہ سے استفادہ کرکے سند فضیلت حاصل کی وہ حسب وفات دو تھے جو اپنے وقت کے امام تھے۔

۱۔ علامہ ابوالعباس ثعلب (مولد سنہ ۲۰۰ھ / ۸۱۵ء جن کا انتقال بغداد میں بہ عمر (۹۱) سال ۲۹۱ھ / ۹۰۳ء میں ہوا۔ اور وہیں دفن ہوئے۔

۲۔ علامہ ابوالعباس المبرد (پیدائش غالباً ۲۰۷ھ / ۸۲۲ء) اور وفات ۲۸۶ھ / ۸۹۹ء میں بہ عمر (۷۹) سال ہوئی۔ بغداد میں بمقام باب الکوفہ دفن ہوئے۔

علوم منقولی کے علاوہ ادب و بلاغت میں اس وقت ان کا کوئی مثل نہ تھا۔ اسی وجہ سے ابن المعتز بھی ادب و شاعری میں یگانہ روزگار ہوا۔ اور اس مخصوص فن میں اپنے اسلاف پر گوئے سبقت لے گیا۔ علوم منقول میں بھی وہ وقت کے ائمہ سے کم نہ تھا اسی لئے اس سے کوئی مذہبی لغزش ایسی نہیں ہوئی جس پر کوئی انگلی اٹھا سکے۔

لہ۔ وفیات الاعیان جلد اول صفحہ ۳۴۵

خلیفہ المامون اور خلیفہ ابن المعتز اور علمی تفوق

یہ میں آغازِ محاکمہ میں کہہ چکا ہوں کہ خلافتِ عباسیہ نے بڑے بڑے جلیل القدر خلفاء پیدا کئے ہر خلیفہ کوئی نہ کوئی علمی یا سیاسی خصوصیت اپنے ساتھ ضرور لایا مگر تاریخیں جس قدر خلیفہ المامون کے علم اور اسکی علم نوازی پر بلا استثناء رطب اللسان ہیں۔ اس قدر کسی کو نہیں سراہتی ہیں۔ خلیفہ المامون نے علم فقہ اور علم کلام سے جسکی وجہ سے ۱۲ لے

"وہ تمام خلفاء پر سبقت لے گیا تھا"

اس کی شہرت میں بجا طور پر چار چاند لگا دیئے تھے۔ جو علما فقہ اور کلام سو نیز محدثین کی صحبتوں سے لطف اندوز ہوتا ہو اور بسا اوقات ان کے مذاکرات کی ثالثی کے علمی فرائض نہایت خوبی سے انجام دیتا ہو۔ اس کا علمی تبحر کسی تبصرہ کا محتاج نہیں ہے۔

المامون کے اساتذہ

امام المتکلمین ابو الہذیل العلاف کی صحبت سے وہ مستفید ہوا۔ اس نے ان کے علمی مذاکرات سے مسلسل استفادہ کیا اور ساتھ ہی ان کے ممتاز شاگرد ابو الحسن ابن ابراہیم سیار نظام کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا۔ اور نہ صرف اس سے سندِ فضیلت حاصل کی بلکہ تختِ خلافت پر متمکن ہوتے ہی اپنے نامی گرامی استاد کو اپنا ندیم خاص بھی کر لیا تھا۔

مگر ان علمی صحبتوں اور مذاکرات نے افسوس ہے۔ بعض معتزلہ کے اثر نے اسکو اعتزال کی طرف اس قدر مائل کر دیا تھا کہ ایک وقت میں اس کا اعتزال حکومت کے لئے فتنہ ہو گیا اور ملک بھر میں وہ ہلچل مچی کہ تاریخ میں اسکی مثال مشکل سے ملے گی۔ اس کا فقہی تبحر واقعی ناقابلِ انکار ہے لیکن بالخصوص تیسری صدی ہجری کے آغاز میں اعتزال کے چکر میں پھنس کر جو زندیقیت اور الحاد کا دیباچہ تھا اس نے پوری اسلامی دنیا کو گمراہ کرنے کی ناکام کوشش کی۔

دار الخلافت بغداد میں سب سے پہلے معتزلی بشر بن غیاث مریسی نے۔ قرآن پاک

۱۲ سہ ۱

کے مخلوق ہونے کا فتنہ اس طور پر اٹھایا کہ دربارِ خلافت میں اس قضیۂ نامرضیہ کو لاکر خلیفہ المامون کو۔ گویا اپنا مرید بنایا۔ خلیفہ المامون اس کے فلسفیانہ چکر میں آکر "خلقِ قرآن" کا قائل ہوگیا۔ اور اس پر جب اس کا عقیدہ راسخ ہوگیا تو اس "عقیدہ" کو حکومت یا ریاست کا عقیدہ اس نے بنا دیا چنانچہ سب سے پہلے اس نے غالباً ۲۱۲ھ / ۸۲۷ء میں سرکاری طور پر اعلان کر دیا۔ اس غیر اسلامی عقیدہ یا گمرہی کا اعلان ہوتے ہی بغداد میں طوفان برپا ہوگیا۔ اور شدت سے مخالفت شروع ہوگئی۔ حکمراں اس عام و خاص مخالفت کو برداشت نہ کرسکا۔ اس پر اس نے ۲۱۸ھ / ۸۳۲ء میں طے کرلیا کہ نہ صرف اس مخالفت کو تلوار سے ختم کیا جائے گا۔ بلکہ تلوار ہی کے زور سے اس غلط عقیدہ "خلقِ قرآن" کو پھیلایا جائے گا۔ چنانچہ اس جبر و تشدد پر عمل شروع ہوگیا۔ اور مخالفت کرنے والے علمائے کرام کی کثیر تعداد تلوار کے گھاٹ اتار دی گئی۔ "ہر فرعون را موسیٰ" کا وہ قانونِ الٰہی ہے جو ہر زمانے میں یکساں نافذ رہا۔ چنانچہ اس فتنہ کے موقع پر مکۂ معظمہ کا ایک مجاہد عالم امام عبدالعزیز بن یحیٰ مکی رحمۃ اللہ علیہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے بغداد پہنچکر اپنے مناظرہ سے جو ایوانِ خلافت میں خلیفہ مامون کی صدارت میں ہوا۔ اس فتنہ کا استیصال کیا۔ اور بشر مریسی اور اس کے پیرو کو مغلوب کرکے فتحمند ہوا۔ جس پر المامون نے نہ صرف بار بار "احسنت یا عبدالعزیز" (شاباش اے عبدالعزیز) کہا بلکہ خلیفہ کی جانب سے وہ نقد انعام سے بھی سرفراز ہوا۔ دارالخلافت کے مسلمانوں کی خوشی کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ جو اس مذہبی فتح سے ہوئی

یہ تمام تفصیلات امام ممدوح علیہ الرحمۃ نے اپنی تصنیف "کتاب الحیدہ" میں دی ہے جس کا خلاصہ یا اقتباس اس جگہ دے دیا گیا ہے۔ بہرحال نہ صرف خلیفہ مامون اس گمرہی کے جال سے نکلا بلکہ خوف زدہ مسلمان بھی امن و امان سے زندگی بسر کرنے لگے۔ اور خلیفہ نے بالاعلان اپنے فاسد عقیدہ سے رجوع کرلیا۔

خلیفہ بن المعتز جیسا کہ اوپر کے بیانات سے واضح ہوگیا ہے ادب کا لاثانی عالم تھا۔

اس کی ایک تصنیف "کتاب الادب" ہے۔ اس کا خلاصہ میری نظر سے قاہرہ (مصر) کے ایک رسالہ "الزہرا" میں گذرا ہے اس میں سے حروف چندی "پند و حکم" کا ترجمہ ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔ جو حسب ذیل ہیں۔ (رسالہ الزہرا ربیع الاول ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ / ۱۹۲۵ء) جلد ۲-۳

ترجمہ

چند پند و حکم

۱۔ عقل وہ سرشت ہے جو تجربوں سے پلتی ہے۔ ۲۔ جاہلوں میں عالم اجنبی ہے۔

۳۔ نفس انسان کا قریب تر دشمن ہے۔ ۴۔ نیت بنیادِ عمل ہے

۵۔ مجمع میں نصیحت دشنام دہی ہے۔ ۶ ناکامی پر بھی کوشش کیے جاؤ۔

۷۔ حاسد کی سزا اس کا حسد ہے۔ ۸ بلاوجہ قسمیں کھانا جھوٹ کی علامت ہے۔

۹۔ امن میں تنہا آدمی بے خوف رہتا ہے اور بدامنی میں جماعت پراگندہ رہتی ہے۔

۱۰۔ کم عقل عالم وہ چرواہا ہے جس کے پاس ریوڑ زیادہ ہو ۱۱۔ خوشامدی تیری سمجھ کو کم کرتا ہے

۱۲۔ جھوٹی بات نہ کہنے میں اتنا ہی خوش ہو۔ جتنا سچی بات کہنے میں۔

۱۳۔ اپنا مرقع تصاویر ہے ایک صفحہ کھلتا ہے تو دوسرا بند ہوتا ہے۔

۱۴۔ جو مصائب سے نہیں بھاگتا مصائب اس سے بھاگتے ہیں۔

۱۵۔ فرائض اللہ کی یاد دلاتے ہیں۔ تاکہ بندہ اس کو فراموش نہ کرے

۱۶۔ محبت بدل سکتی ہے مگر طبیعت نہیں بدل سکتی۔

۱۷۔ عقل بلا ادب مثل شجرِ بے برگ و بار ہے ۱۸ خواہشات کا بندہ غلام سے بدتر ہے۔

۱۹۔ رازداروں کی زیادتی نقصان دہ ہے۔

۲۰۔ دشمن کے لیے یہی ذلت کافی ہے کہ تو صاحب مرتبہ ہے۔

۲۱۔ برے ساتھی وہ آتشیں درخت ہیں جو ایک دوسرے کو جلاتے ہیں۔

۲۲۔ معافی اور دشنام دہی کو مخلوط نہ کر۔